Journal of Religion & Society **(JRS)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A RESEARCH STUDY ON THE CAUSES OF DIFFERENCES BETWEEN IMAM ABU HANIFA AND HIS DISCIPLES

امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے مابین اختلاف کے اسباب کا تحقیقی مطالعہ

Raza Muhammad
Ph.D. Scholar, Islamic Studies Department, HITEC University, Taxila.
razam48884@gmail.com
Dr.Taj ud Din Al-Azhari
Assistant Professor, Islamic Studies Department HITEC University, Taxila.

ABSTRACT

Imam Abu Hanifa (699–767 CE), one of the greatest jurists in Islamic history, laid the foundation of the Hanafi school of thought, which later became one of the four major Sunni legal schools. However, differences of opinion arose between Imam Abu Hanifa and his prominent disciples, such as Imam Abu Yusuf, Imam Muhammad, and Imam Zufar. These variations in jurisprudential rulings were not due to fundamental disagreements but rather stemmed from different methodologies in legal reasoning (ijtihad), interpretations of hadith, and approaches to analogical deduction (qiyas). This research explores the causes of these differences by analyzing historical, methodological, and contextual factors that influenced the juristic decisions of Imam Abu Hanifa and his students. Key factors include variations in sources of legal evidence, the acceptance and rejection of certain hadiths, differences in understanding textual implications, and the influence of local customs and societal conditions. Additionally, this study highlights how such scholarly debates enriched Islamic jurisprudence and contributed to its dynamic and adaptive nature. By delving into classical Hanafi texts and examining scholarly discussions on the subject, this research aims to provide a comprehensive understanding of the reasons behind these differences and their impact on the evolution of Islamic legal thought.

Keywords: *Imam Abu Hanifa, Hanafi School, Islamic Jurisprudence, Legal Reasoning, Ijtihad, Qiyas, Hadith Interpretation, Disciples, Islamic Law*

تعارف:

فقہ حنفی میں امام ابو حنیفہ اور ان کے ممتاز شاگردوں، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کو بنیادی مقام حاصل ہے۔ انہی جلیل القدر شخصیات کی اجتہادی بصیرت اور باہمی مشاورت کے نتیجے میں فقہ حنفی کی بنیاد رکھی گئی۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے شاگردوں کے لیے ایسا علمی ماحول فراہم کیا، جہاں انہیں مکمل آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنی آرا پیش کریں اور قرآن و سنت اور اقوالِ صحابہ کی روشنی میں امت کے لیے جامع فقہ مرتب کریں۔

امام ابو حنیفہ کے شاگردوں نے جہاں ضرورت محسوس کی، وہاں نقلی اور عقلی دلائل کی بنیاد پر اختلاف کیا۔ یہ اختلاف کسی تعصب، علمی برتری یا ضد کی بنیاد پر نہیں تھا، بلکہ خالصتاً تحقیق اور علمی استدلال پر مبنی تھا۔ امام صاحب نے اپنے شاگردوں کو ہدایت دی تھی کہ ان کی آرا کو ہمیشہ قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے، اور اگر کسی ضعیف حدیث سے بھی ان کی رائے کے برعکس کوئی بات ثابت ہو جائے تو اس حدیث کو ترجیح دی جائے۔

امام ابو حنیفہ کے شاگردوں نے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے فقہی مسائل پر گہرائی سے غور کیا، ان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا، اور اگر کسی رائے پر اطمینان ہوتا تو اسے قبول کر لیتے، بصورتِ دیگر اپنی اجتہادی رائے پیش کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں، وہ فروعی مسائل میں ہیں، کیونکہ جن امور میں قرآن و سنت واضح ہدایات فراہم کرتے ہیں، ان میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

فقہ حنفی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مشاورت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ امام ابو حنیفہ ہمیشہ اجتماعی مشاورت کو فوقیت دیتے اور اپنی ذاتی رائے کو پسِ پشت ڈال دیتے۔ فقہ حنفی میں اختلافِ رائے کے اصول اور مسائل کے استنباط کا طریقہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس میں محض تقلید پر زور نہیں دیا گیا، بلکہ اظہارِ رائے کی آزادی اس کی پہچان بن چکی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو امام صاحب کے شاگرد کبھی ان سے اختلاف نہ کرتے، بلکہ ان کی ہر بات کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف اپنی بارے میں فرماتے ہیں:

لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلناہ[1]

ترجمہ: کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتوی دے جب کہ اس کو ہمارے قول کی دلیل کا علم نہ ہو۔

یوسف کے اس جملہ سے اس بات کا علم ہوا کہ جب یہ حضرات خود اپنے قول کی تحقیق کے بغیر اس پر فتوی جاری کرنا کسی کے لیے جائز نہیں قرار دیتے تو وہ خود کیسے دوسرے کے قول پر بغیر تحقیق و توضیح کے فتوی دیں۔

مختصر یہ کہ فقہ حنفی کی وسعت کا بنیادی سبب اظہارِ رائے کی آزادی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا علمی اختلاف ہے۔ اگر یہ آزادی میسر نہ ہوتی تو شاید فقہ حنفی کو وہ مقام حاصل نہ ہوتا جو آج اسے حاصل ہے۔ اس فقہ کی تدوین کے آغاز سے لے کر آج تک اس کی ترقی اور مقبولیت کا سفر مسلسل جاری ہے، اور یہ دنیا کے کئی ممالک میں رائج ہے۔

موجودہ دور میں پاکستان، بنگلہ دیش، ترکی، ہندوستان، چین، روس، وسطی ایشیائی جمہوریتوں، افغانستان اور ایران کے سنی علاقوں میں تقریباً 99 فیصد لوگ فقہ حنفی پر عمل پیرا ہیں۔ اس کے علاوہ فلسطین، مصر، شام، عراق اور کئی دیگر ممالک میں بھی احناف کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ بعض اہلِ علم کے مطابق، دنیا بھر میں تقریباً 80 فیصد اہلِ سنت فقہ حنفی سے وابستہ ہیں۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے درمیان اختلافِ رائے پیدا ہونے کی چند بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں۔

مرویات کا مختلف ہونا

احناف کے درمیان اختلاف کی ایک اہم وجہ روایات کی مختلف انداز میں منقول ہونا بھی ہے۔ چونکہ فقہ حنفی کو براہِ راست امام ابو حنیفہ نے مدون نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے شاگردوں کو درس دیتے رہے، اور ان کے تلامذہ نے ان کے اقوال کو نقل کیا۔ ہر فرد کا روایت نقل کرنے کا انداز اور معیار مختلف ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات ایک ہی مسئلے پر منقول روایات میں فرق یا تضاد پایا جاتا ہے۔

---

[1] ابن عابدین شامی، مجموعہ رسائل ابن عابدین، ج1، ص32

مثال کے طور پر، امام محمد الشیبانی نے اپنی کتابوں میں جو روایات درج کی ہیں، ان کا معیار ہر جگہ یکساں نہیں، اسی طرح دیگر شاگردوں کی روایات میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ امام ابو حنیفہ کسی مسئلے کے بارے میں "لا یجوز" فرماتے، مگر راوی کو غلط فہمی ہو جاتی، اور وہ اسے "یجوز" سمجھ کر نقل کر لیتا، جس سے اختلاف پیدا ہو جاتا۔[2]

یا پھر ایسا بھی ہوتا کہ ایک ہی روایت دو مختلف افراد نے سنی، مگر ایک راوی سے سننے میں یہ غلطی ہوئی کہ وہ قول کے آغاز اور اختتام کو درست طریقے سے نہ سمجھ سکا، نتیجتاً اس نے ایک ہی قول کو دو الگ اقوال کے طور پر نقل کر دیا اور انہیں امام صاحب کی طرف منسوب کر دیا۔ جبکہ دوسرے راوی نے وہی قول درست طور پر سنا، صحیح انداز میں آگے پہنچایا اور اسے ایک ہی قول کے طور پر بیان کیا۔

اسی طرح، امام اعظم کے کسی ایک قول کو دو مختلف راویوں کے الگ انداز میں نقل کرنے کی وجہ سے بھی اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔

سابقہ قول سے رجوع کی وجہ سے

امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی مسئلے پر امام صاحب نے ابتدا میں ایک فتویٰ دیا، لیکن بعد میں اپنی رائے تبدیل کر لی۔ اب اگر کسی شاگرد کو ان کے رجوع کا علم نہ ہوا اور اس کی امام صاحب سے براہِ راست ملاقات نہ ہوئی، تو وہ پرانی رائے پر ہی فتویٰ جاری کرے گا۔ جبکہ وہ شاگرد جنہیں امام صاحب کے رجوع کی خبر مل گئی ہو، وہ نئی رائے کے مطابق فتویٰ دیں گے۔ اس طرح ان کے اقوال میں اختلاف کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔

مثال کے طور پر، مسح علی الجوربین (جرابوں پر مسح) کے مسئلے میں امام ابو حنیفہ نے ابتدا میں اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا، لیکن اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب بیمار ہوئے تو اس کی اجازت دے دی اور اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔[3]

چنانچہ امام ابو حنیفہ کا اپنی ہی رائے سے رجوع کرنا بعض مواقع پر ان کے اور ان کے شاگردوں کے درمیان اختلافِ رائے کا سبب بنا۔ بعض اوقات ان کے تلامذہ میں ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے صراحتاً یہ تسلیم کیا کہ جو فتویٰ ہم نے دیا ہے، وہ امام ابو حنیفہ کی پہلے والی رائے کے مطابق ہے۔ یعنی انہیں یہ شعور تھا کہ امام صاحب اپنی اس رائے سے رجوع کر چکے ہیں، مگر اس کے باوجود انہوں نے ان کے سابقہ قول کو زیادہ موزوں سمجھتے ہوئے اسی پر فتویٰ دینا مناسب جانا۔ کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں :

ما قلت قولا خالفت فیہ اباحنیفہ الا قولا قد کان قالہ[4]

ترجمہ: میں نے امام اعظم کے قول کے خلاف جو بھی رائے قائم کی وہ خود ان کا سابقہ قول ہے۔

اسی طرح امام زفر نے فرمایا :

ماخالفت اباحنیفہ في شيء الا قد قالہ ثم رجع عنہ ایضا

2 ابن عابدین شامی،شرح عقود رسم المفتی،مطبعۃ المعروف،بولایہ السوریہ،ص17

3 علاؤالدین کاسانی،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،دارالکتب العلمیہ،1986ء،ج1،ص10

4 ابن عابدین، رسائل ابن عابدین،ج1،ص22

ترجمہ: امام زفرنے فرمایاہے کہ میں نے جس قول میں بھی امام اعظم کی مخالفت کی ہے وہ خود ان کا اپنا سابقہ قول ہے جس سے اس نے رجوع کر لیا۔

قول سے رجوع کرنے کا معاملہ صرف امام اعظم کی ذات تک محدود نہیں بلکہ یہ سلسلہ آپ کے شاگردوں میں بھی جاری رہا جیسا کہ امام ابو یوسف کے بارے میں ہے: کان ابو یوسف یقول اولا مثل قول محمد ان کل مسکر حرام لکن یقول بشرط ان لا یفسد بعد عشرۃ ایام ثم رجع الی قول ابی حنیفہ أیضا

ترجمہ: امام ابو یوسف کا کا قول اول بھی امام محمد کی طرح تھا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ چیز جوش مارنے کے بعد دس دن تک باقی رہے اور خراب نہ ہو۔ پھر بعد میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کے قول کی طرف رجوع کیا۔

مذکورہ بالا امثلہ سے اس بات کی وضاحت ہوئی کہ احناف کا آپس میں اختلاف کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ایک رائے قائم کی اور پھر بعد میں اس سے رجوع کر لیا مگر ان کے شاگردوں کی رائے نقلی و عقلی دلیل کی بنیاد پر پہلے ہی قول پر پوری اترتی۔ جس سے ان کا آپس میں اختلاف رائے پیدا ہوا۔

کثیر اقوال کا منسوب ہونا

احناف کے درمیان اختلافِ رائے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض فقہی مسائل میں امام ابو حنیفہ سے کئی مختلف اقوال منقول ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک شاگرد نے امام صاحب کے ایک قول کو اختیار کیا، جبکہ دوسرے نے کسی اور قول کو ترجیح دی، جس کی وجہ سے فقہی اختلاف پیدا ہوا۔ امام ابو حنیفہ سے مختلف اقوال کے منقول ہونے کے بھی کئی اسباب ہو سکتے ہیں، مثلاً:

1- بعض مسائل کی دو جہتیں ہوتی ہیں: ایک کا تعلق احتیاط سے اور دوسرے کا براہِ راست حکم سے۔ اس لیے راوی نے جو کچھ سنا، اسی کو آگے روایت کر دیا۔

مثال کے طور پر، وتر نماز کے شرعی حکم کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے تین مختلف اقوال منقول ہیں: ایک قول کے مطابق وتر فرض ہے، دوسرے کے مطابق واجب ہے، جبکہ تیسرے قول میں اسے سنت قرار دیا گیا ہے۔[5]

2- کثیر اقوال نقل کرنے کا ایک سبب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ یا کسی دوسرے امام نے کسی مسئلہ کے شرعی حکم کے بارے میں اپنی ایک رائے قائم کی پھر بعد میں کوئی حدیث مل گئی جو کہ اس کے رائے کے متصادم تھی تو امام صاحب نے اپنی رائے سے رجوع کر کے حدیث کو اختیار کر لیا۔ مثلاً گھوڑے کے جھوٹے پانی کے بارے میں امام اعظم سے منقول ہے

اما سور الفرس وعن ابی حنیفۃ روایتان کما فی لحمہ فی روایۃ الحسن نجس کلحمہ وفی ظاھر الروایۃ طاھر کلحمہ۔[6]

3- کئی اقوال منقول ہونے کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ایک خاص صفت کی بنیاد پر کسی شرعی مسئلے میں اپنے رائے کا اظہار کیا جبکہ بعد میں ایک ایسی صفت معلوم ہوئی جو پہلی والی صفت سے زیادہ مستند تھی، تو اسی کو بیان کیا۔

---

5 کاسانی، بدائع الصنائع، ج1، ص27

6 کاسانی، بدائع الصنائع، ج1، ص64

پس اختلاف کے اسباب میں سے حنفیہ کے ہاں ایک سبب امام ابو حنیفہ سے ایک ہی مسئلہ کے حکم کے بارے میں کئی اقوال کا منسوب ہونا بھی ہے۔

تغیر زمانی و مکانی

وقت کے گزرنے اور مقامات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے حالات، واقعات اور رسم و رواج میں نمایاں تبدیلیاں آتی ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا زمانہ اصحابِ رسول اور تابعین کا دور تھا، اس لیے اس عہد میں سچائی، دیانت اور نیکی کا عنصر غالب تھا، جبکہ دھوکہ دہی اور فریب کی مثالیں بہت کم ملتی تھیں۔ لیکن جب ان کے شاگردوں کا زمانہ آیا تو حالات تبدیل ہو چکے تھے، چنانچہ ان ائمہ کرام نے اپنے دور کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی آرا قائم کیں۔

مختصراً، امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے درمیان اختلافِ رائے کی ایک اہم وجہ زمانے اور حالات کی تبدیلی بھی تھی۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے وقت کے تقاضوں اور ضروریات کو مد نظر رکھا، جبکہ ان کے شاگردوں نے اپنے دور کے حالات کے مطابق اجتہاد کیا۔ اسی لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اگر امام ابو حنیفہ بھی صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے زمانے میں ہوتے تو ان کی رائے بھی وہی ہوتی جو ان دونوں کی تھی۔ جیسا کہ امام محمد سے اس بارے میں ایک روایت منقول ہے:

هذا اختلاف عصر وزمان لا اختلاف حجة وبرهان [7]

یعنی امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ کسی دلیل اور حجت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ وہ عصری اور زمانی تھا۔ اس سبب کی وضاحت عید کی نماز میں امام کو لاحق ہونے والی حدث کے بارے میں امام صاحب اور آپ کے تلامذہ کے درمیان جو اختلاف ہے اس سے واضح ہو جاتی ہے۔ اس اختلاف کو ابن ہمام نے اس طرح لکھا ہے: وان احدث الامام او المقتدي في صلاة العيد تيمم وبنى عند ابي حنيفه رحمه الله وقال لا يتيمم [8]

امام زیلعی اس اختلاف پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: هذا اختلاف عصر وزمان لا اختلاف حجة وبرهان لان جوابه فيما اذا كان المصلي بعيدا من المصر وكان في زمانه بعيدا من العمران وكان في زمانهما يصلون في المصر [9]

چنانچہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زمانہ اور مقام کی تبدیلی بھی اختلاف کی ایک وجہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کے دور میں عید کی نماز شہر سے باہر کھلے میدان میں ادا کی جاتی تھی، اسی لیے انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر نماز کے دوران امام کو حدث لاحق ہو جائے تو وہ تیمم کرلے، کیونکہ اس ماحول میں پانی تک فوری رسائی مشکل تھی۔

لیکن بعد میں، جب صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے زمانے میں عید کی نماز کو فہ شہر میں پڑھنا معمول بن گیا، تو یہ عذر ختم ہو گیا۔ اس لیے انہوں نے یہ رائے دی کہ اگر امام کو نماز کے دوران حدث لاحق ہو تو اسے تیمم کے بجائے وضو کرنا ضروری ہے۔

---

7 امام محمد الشيباني الجامع الصغير، ج1، ص256

8 ابن الهمام، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، لبنان، ج1، ص138

9 الزيلعى، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج1، ص43

مصحف کے بارے میں نظریاتی اختلاف

احناف کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ یہ نظریاتی فرق بھی ہے کہ قرآن مجید کی تعریف صرف اس کے معانی پر مشتمل ہے یا الفاظ اور معانی دونوں کا مجموعہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ مصحف صرف معنی کا نام ہے، جبکہ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک قرآن لفظ اور معنی دونوں کا مجموعہ ہے۔

اسی فکری اختلاف کی بنیاد پر یہ مسئلہ بھی اختلافی بن گیا کہ آیا نماز میں سورہ فاتحہ فارسی زبان میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک فارسی میں سورہ فاتحہ پڑھنا درست ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ امام صاحب اس قول سے استدلال پیش کرتے ہیں کہ:

ان الفرس کتبوا الی سلمان ان یکتب لھم الفاتحۃ بالفارسیۃ فکانوا یقرأون ذلک في الصلاۃ حتی لانت السنتھم للعربیۃ[10]

چونکہ صاحبین کے نزدیک مصحف لفظ و معنی دونوں سے عبارت ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ:

القرآن معجز والاعجاز في النظم والمعنی أیضا لھذا

اس اختلاف کا بنیادی سبب قرآن کے بارے میں نظریاتی اختلاف ہے۔

لفظ کے حقیقی و مجازی معنی مراد لینے میں اختلاف

احناف کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات امام ابو حنیفہ کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنی میں لیتے ہیں، جبکہ ان کے شاگرد، خصوصاً صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد)، اس کا مجازی معنی مراد لیتے ہیں، اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ یہی فرق بعض فقہی مسائل میں اختلافِ رائے کا باعث بنتا ہے۔

مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ گندم نہیں کھائے گا، تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ اس وقت تک قسم کا پابند نہیں ٹوٹے گا جب تک وہ گندم کے دانے کو چبا کر نہ کھالے، خواہ وہ دانہ بھنا ہوا ہو یا ابلا ہوا۔ لیکن اگر وہ گندم کے آٹے کی روٹی کھائے تو اس پر قسم کا اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ اس نے قسم میں براہِ راست گندم کا ذکر کیا ہے، نہ کہ اس سے بنی ہوئی کسی اور چیز کا۔

جبکہ صاحبین اس مقام پر مجازی معنی کو مراد لیتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک گندم کا مطلب گندم سے بنی ہوئی کوئی بھی چیز ہے۔ لہٰذا اگر وہ شخص گندم کے آٹے کی روٹی بھی کھالے تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ امام اعظم اور ان کے تلامذہ کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف کی ایک بڑی وجہ کسی لفظ کو حقیقی یا مجازی معنی میں لینے کا فرق بھی ہے، جو بعد میں فقہی اختلاف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

مجتہد مطلق کی صلاحیت کا ہونا

امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے درمیان اختلافِ رائے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے شاگرد بھی مجتہد مطلق کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اسی اجتہادی قابلیت کی بنیاد پر وہ بغیر کسی کی تقلید کے، براہِ راست قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی آرا پیش کرتے تھے۔ چونکہ اجتہاد میں عقل و فہم کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے اور ہر انسان کی فکری اور استدلالی صلاحیت دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، اس لیے فقہی مسائل میں اختلافِ رائے پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔

---

10 سرخسی، المبسوط، ج1، ص37

امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کی اس اجتہادی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد مجتہدِ مطلق کے درجے تک پہنچ چکے تھے، اور اپنی علمی صلاحیت کی بنیاد پر وہ متعدد مسائل میں اپنے استاد سے اختلاف کرتے تھے۔ چونکہ فقہِ حنفی میں اجتہادی رائے کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور ائمہ احناف ہر مسئلے کو پہلے قرآن وحدیث کی روشنی میں جانچتے ہیں، اور اگر وہاں سے کوئی صریح حکم نہ ملے تو اپنی اجتہادی بصیرت سے اس کا حل تلاش کرتے ہیں، اس لیے جہاں اجتہاد کا زیادہ استعمال ہو، وہاں اختلافِ رائے کا پیدا ہونا ایک طبعی اور ناگزیر امر ہے۔[11]

انعقاد اجماع میں اختلاف

احناف کے درمیان اختلافِ رائے کی ایک وجہ اجماع کے مفہوم اور اس کی حجیت میں پایا جانے والا اختلاف بھی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اجماع کا انعقاد صرف اسی صورت میں معتبر ہوگا جب کسی مسئلے میں صحابہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہ پایا جاتا ہو۔ لیکن اگر کسی مسئلے میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف موجود ہو، تو بعد میں اگر امت اس پر اجماع کر بھی لے تو وہ اجماع حجت نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صحابی کے قول پر عمل کرتا ہے تو وہ آثارِ صحابہ کا پیروکار تصور کیا جائے گا، اور ایسی صورت میں اسے بدعتی نہیں کہا جاسکتا۔

جبکہ امام محمد بن حسن الشیبانی کا موقف اس سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک اگر کسی مسئلے پر صحابہ کرام کے درمیان اختلاف رہا ہو، لیکن بعد میں امت کا اجماع منعقد ہو جائے، تو اب اس اجماع کی مخالفت جائز نہیں ہوگی، اور اس کے بعد کسی فرد کے لیے کسی ایک صحابی کی رائے پر عمل کرنا درست نہیں ہوگا۔

مثال کے طور پر، امِ ولد (وہ باندی جس کے مالک سے اولاد ہو) کی خرید و فروخت کے معاملے میں صحابہ کرام کے مابین اختلاف پایا جاتا تھا۔ حضرت علی، حضرت جابر اور بعض دیگر صحابہ امِ ولد کی فروخت کو جائز قرار دیتے تھے، جبکہ حضرت عمر اس کے مخالف تھے اور عدمِ جواز کے قائل تھے۔ بعد کے ادوار میں امت کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ امِ ولد کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔

اب امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ اجماع معتبر نہیں، کیونکہ وہ حضرت علی اور حضرت جابر کے فتوے کی بنیاد پر امِ ولد کو فروخت کرنے کے قائل ہیں۔ جبکہ امام محمد کا موقف یہ ہے کہ اجماع منعقد ہو چکا ہے، لہٰذا اب امِ ولد کی خرید و فروخت باطل قرار دی جائے گی۔[12]

اظہارِ رائے کی اجازت اور فکری آزادی

امام ابو حنیفہ اور ان کے تمام شاگردوں کو دینی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی رائے کے اظہار کی مکمل آزادی حاصل تھی۔ اسی علمی آزادی اور اظہارِ رائے کی سہولت کی بدولت ان کے شاگردوں نے کئی مسائل میں اپنے استاد سے اختلاف کیا۔ امام اعظم نے کبھی بھی اپنے تلامذہ پر یہ پابندی عائد نہیں کی کہ وہ محض ان کی تقلید پر مجبور ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہِ حنفی جمود اور اندھی تقلید سے محفوظ رہی، اور اسی علمی وسعت اور آزاد اجتہاد کی برکت سے آج یہ فقہ پوری دنیا میں پھیل چکی ہے۔

فکری آزادی اور اظہارِ رائے کی اہمیت کے حوالے سے خود امام ابو حنیفہ کا یہ قول منقول ہے کہ وہ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے: "اگر میری رائے کے مقابلے میں تمہیں کوئی مضبوط دلیل اور ثبوت مل جائے، تو اسے ضرور پیش کرو۔"

---

11 شاہ ولی اللہ، اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، ص44

12 ابو زہرہ، ابو حنیفہ حیاتہ وعصرہ آراہ وفقہ، دار الفکر العربی، بیروت، لبنان، ص359

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ امام اعظم، باوجود انتہائی احتیاط کے اور اس حقیقت کو جانتے ہوئے کہ "اختلافِ امت رحمت ہے"، اپنے شاگردوں کو یہ ہدایت دے چکے تھے کہ "اگر میری رائے کے خلاف کوئی مضبوط دلیل تمہارے سامنے آئے، تو اسی کو ترجیح دینا"۔[13]

شاہ ولی اللہ اپنی کتاب عقد الجید میں فقہ حنفی میں فکری آزادی اظہار یوں کی ہے: امام اعظم سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کبھی کتاب اللہ کے خلاف ایک رائے قائم کی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ کتاب اللہ کے خلاف میرے قول کو رد کیا جائے گا پھر پوچھا کہ سنت رسول کے خلاف کوئی رائے منقول ہے آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قول کے مقابلہ میں میری رائے کی کوئی اہمیت نہیں پھر اسی طرح صحابہ کرام کے بارے میں بھی پوچھا گیا تو آپ نے یہی جواب دیا اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں نے بھی آپ کے اقوال اور رائے کی چھان بین کرنے کے بعد کسی ایک قول کو ترجیح دی۔[14] لہذا اس سے معلوم ہوا کہ احناف کے مابین اختلاف رائے کے اسباب میں سے ایک سبب ان کا فکری آزادی اور اظہار رائے کی اجازت بھی ہے کیونکہ تمام انسانوں کی فکر اور رائے میں اختلاف کا پایا جانا ایک فطری عمل ہے۔

عرف وعادت میں تغیر

احناف کے مابین اختلاف کے اسباب میں سے ایک سبب عرف وعادت میں تبدیلی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے تلامذہ مسائل کی توضیح وتشریح کے لیے جن اصول وضوابط کا لحاظ رکھتے تھے ان میں سے عرف وعادت میں تبدیلی خاص اہمیت کا حامل ہے چونکہ یہ ائمہ حضرات مسائل کے استنباط واستخراج میں عرف عادت کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے کوئی شرعی حل اور فیصلہ صادر پر مادیتے تھے اسی لیے اکثر ائمہ کرام سے صاحبین کا قول اختیار کرتے ہوئے یہ بات منقول ہے کہ اگر اس دور میں امام اعظم بھی ہوتے تو وہ انہی جیسا فتویٰ جاری کر دیتے۔ مثلاً زمین کے عشر کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک زمین کا عشر مالک کے ذمے ہوتا ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک عشر کرایہ دار کے ذمے ہوگا کیونکہ زکوۃ پیداوار پر واجب ہے نہ کہ زمین پر اس پر ابن عابدین شامی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میرے دور میں زمین کے کرایہ پر عشر کا مسئلہ بار بار سامنے آیا اور میری رائے صاحبین کے قول کی حمایت کرتی ہے کیونکہ وہی قول قرین قیاس اور عرف وعادت کے موافق ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ اگر عشر زمین کہ مالک پر مقرر کیا جائے تو اس سے بیت المال اور حکومت وقت کے وقف شدہ زمینوں کو بہت بڑا نقصان پہنچے گا۔[15] لہذا علامہ شامی کی اس وضاحت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ائمہ احناف کے مابین اختلاف کے اسباب میں سے ایک سبب عرف وعادت کا تبدیل ہونا ہے۔

قیاس واستحسان کا استعمال

احناف کے درمیان اختلافِ رائے کی ایک وجہ استحسان اور قیاس کے استعمال میں فرق بھی ہے۔ بعض اوقات ایک امام قیاس کو بنیاد بنا کر فتویٰ دیتے ہیں، جبکہ دوسرا امام استحسان کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی رائے قائم کرتا ہے۔ چنانچہ جس شاگرد نے جس قول کو سنا، وہ اسی کو آگے روایت کرتا، اور یوں فقہی اختلاف پیدا ہو جاتا۔

استحسان کے استعمال کی بنیادی وجہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے۔ جب قیاس اور استحسان دونوں طریقوں پر عمل کیا جائے تو ان سے پیدا ہونے والے مختلف نتائج کے باعث اختلافِ رائے کا پایا جانا ایک فطری امر ہے۔

---

13 ابن عابدین شامی، شرح عقود رسم المفتی، ص20

14 شاہ ولی اللہ، عقد الجید، ص22

15 ابن عابدین شامی، رد المختار علی الدر المختار، ج1، ص320

مثال کے طور پر، موزے پر نجاستِ غلیظہ (جیسے گندگی) گرنے کے معاملے میں ائمہ احناف کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ استحسان کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر موزے کو زمین پر رگڑ لیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا۔ جبکہ امام محمد قیاس پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا موزہ ناپاک رہے گا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں۔[16]

عموم بلوی کی تعین میں اختلاف

عموم بلوی سے مراد وہ حالت ہے جب عام لوگ کسی مشکل، مشقت یا پریشانی میں مبتلا ہو جائیں، کسی کام کو انجام دینے سے قاصر ہو جائیں، کسی حرام چیز میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو یا وہ کسی بڑی آزمائش سے دوچار ہو جائیں۔ ایسی صورتوں میں شریعت لوگوں کو مشقت سے بچانے کے لیے احکام میں نرمی اور سہولت فراہم کرتی ہے تاکہ عمل آسان ہو سکے۔

احناف کے مابین بعض اوقات عموم بلوی کی بنیاد پر تخفیف کے باعث بھی اختلافِ رائے ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایسے پرندے جو کھانے کے قابل نہیں ہوتے (غیر ماکول اللحم پرندے)، ان کی بیٹ کے حکم میں ائمہ احناف کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسے پرندوں کی بیٹ نجاستِ خفیفہ کے درجے میں آتی ہے، کیونکہ اس مسئلے میں عموم بلوی پایا جاتا ہے، یعنی یہ چیز عام لوگوں کے لیے مشقت کا سبب بن سکتی ہے، اس لیے تخفیف دی گئی ہے۔

جبکہ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک یہ نجاستِ غلیظہ ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہاں عموم بلوی کی کوئی ایسی صورت نہیں پائی جاتی جو تخفیف کا تقاضا کرے۔

یہ اختلاف اس بات کی مثال ہے کہ مشقت اور عمومی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض فقہی مسائل میں ائمہ کے درمیان رائے مختلف ہو سکتی ہے۔[17]

نصوص سے استدلال میں اختلاف

امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے مابین جو اختلاف پایا جاتا ہے ان کے کئی اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب ایک ہی نص سے جدا جدا استدلال کا پایا جانا بھی ہے یعنی ایک حدیث ہے جس سے امام ابو حنیفہ الگ حکم لگاتے ہیں اور ان کے تلامذہ اسی حدیث سے کوئی دوسرا حکم کا استدلال کرتے ہیں جیسا کہ وضو کے دوران داڑھی کا خلال کرنا ہے اب اس کے متعلق امام ابو حنیفہ کا موقف یہ ہے کہ وضو میں داڑھی کا خلال کرنا مستحب ہے جبکہ امام ابو یوسف کرائے کے مطابق وضو میں داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ یہ دونوں حضرات اسی ایک حدیث سے جو کہ حضرت انسؓ سے روایت ہیں استدلال کرتے ہیں:

اتاني جبرائيل فقال اذا توضأت فخلل لحيتك [18]

---

16 ابن عابدین شامی،شرح عقود رسم المفتی،ص17

17 ابن عابدین رد المختار علی الدر المختار،ج1،ص320

18 ابن ابی شیبہ،المصنف،ج7،ص318،رقم الحدیث:36466

امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ نبی اکرم نے خود وضو کے دوران داڑھی مبارک کا خلال کیالہذا یہ عمل سنت کے درجہ میں داخل ہیں جبکہ امام ابو حنیفہ اسی روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ وضو میں سنت وہ عمل ہوتا ہے جو اپنے ہی محل میں فرض کی تکمیل کریں جبکہ داڑھی کا اپنا محل یعنی اس کا اندرونی حصہ وضو کے دوران اس کا دھوناضروری نہیں یعنی داڑھی کا اندرونی حصہ محل فرض میں داخل نہیں لہذا اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی کا خلال کرنا وضو میں مستحب عمل ہے۔

اصول میں اختلاف

امام اعظم اور آپ کے شاگردوں کے درمیان کبھی اصول میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے جو کہ بعد میں فروغی مسائل میں اختلاف رائے کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ امام صاحب کے نزدیک کسی شے کا اصل یہ ہے کہ اگر وہ شے شروع میں کسی فرض کو متغیر کر سکتا ہو تو یہی شے آخر میں بھی اس فرض کو متغیر کر دے گی جب کہ صاحبین کے نزدیک ابتدا فرض کو متغیر کرنے والا شے آخر میں فرض کو متغیر کرنے والا نہیں ہو گا۔ مثلا کسی شخص نے تیمم کر کے نماز شروع کیا اور پھر آخری قاعدہ میں سلام پھیرنے سے پہلے پانی کو دیکھ لیا تو اب امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو گی یعنی جس طرح یہ پانی کا دیکھنا شروع میں تیمم کو فاسد کر دیتا ہے تو اسی طرح یہی پانی نماز کے آخر میں بھی تیمم کو فاسد کر دیتا ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک پانی کا دیکھنا نمازی کے نماز کے شروع میں تو تیمم فاسد کر دیتا ہے لیکن اختتام میں نہیں بلکہ اس کی نماز ہو جائے گی۔

پس خلاصہ بحث یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ نے اپنے شیخ سے اختلاف رائے کی جس روایت کا آغاز کیا تو بعد میں آنے والے علماء کرام نے بھی یہ تسلسل ٹوٹنے نہیں دیا اور اس اختلاف رائے کی روایت کو برقرار رکھا لہذا اختلاف رائے کے اسباب جو بھی ہو لیکن اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ امام ابو حنیفہ اور اپ کے تلامذہ کے مابین اختلاف رائے نے پورے امت مسلمہ کے لیے سہولت کے دروازے کھول دیے اس اختلاف سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ فقہ حنفی جمود اور تقلید محض کا شکار نہیں ہے بلکہ یہ ایک متحرک اور فکری جدوجہد کے طور پر دنیا میں نمودار ہوئی۔

مصادر و مراجع

ابن عابدین شامی، مجموعہ رسائل ابن عابدین

ابن عابدین شامی، شرح عقود رسم المفتی، مطبعۃ المعروف، بولایہ السوریہ

علاؤالدین کاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیہ، 1986ء

امام محمد الشیبانی الجامع الصغیر

ابن الھمام، فتح القدیر، دار الفکر، بیروت، لبنان

الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق

شاہ ولی اللہ، اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ

ابو زہرہ، ابو حنیفہ حیاتہ وعصرہ آراہ وفقہ، دار الفکر العربی، بیروت، لبنان

شاہ ولی اللہ، عقد الجید

ابن عابدین شامی، رد المختار علی الدر المختار

مرغینانی، الہدایہ فی بدایۃ المبتدی

ابن ابی شیبہ، المصنف